عصر حاضر میں اسلام کو درپیش
مسائل اور ان کا حل

آمنہ رشید فیصل آباد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے آ کر عرض کی "حضرت، مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے باعث میں جنت میں داخل ہو جاؤں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز قائم کر، زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ" یہ سن کر اس اعرابی نے کہا:

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں ان اعمال میں نہ تو کچھ اضافہ کروں گا اور نہ ہی کچھ کمی" پھر جب وہ واپس جانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے تو اس (اعرابی) کو دیکھ لے۔

(متفق علیہ)

اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دین اسلام کو ایک نہایت سادہ اور آسان صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں اس دین کو ایسی سادگی کے معیار پر پورا اترنا تھا وہاں اسے

ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

کے محاذ پر کسی بھی دور میں اٹھنے والی نت نئی شورشوں اور طرح طرح کے افکار و نظریات کے چیلنجز کا نہ صرف مقابلہ و دفاع کرنا تھا بلکہ انہیں شکست سے دوچار اور مغلوبیت سے ہمکنار کرنا بھی تھا۔ چنانچہ گزشتہ ادوار میں اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے کیلئے جس قدر بھی طوفان اٹھے اور جن نت نئے فتنوں نے جنم لیا سبھی اسلام کی آہنی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوئے اور بالآخر اپنی موت آپ مر گئے۔ بلاشبہ اس کامیابی کا سہرا انہی محبان اسلام کے سر ہے۔ جنہوں نے مخالفین کو انفرادی و اجتماعی، معاشی و اقتصادی، سیاسی و معاشرتی، فکری و نظری، علمی و عملی اور عقائد و نظریات کے بھی ہر میدان میں للکارا اور دعوتِ مبارزت دیکر انہیں ہزیمت سے دوچار کیا اور یہی وہ طائفہ منصورہ ہے کہ **"تفقه فی الدین"** کی پر پیچ گھاٹیوں میں علم و عرفان کے گھوڑے انہوں نے اس تیزی سے دوڑائے کہ دوسروں کیلئے ان کی گرد کو پالینا تو کجا، انگشت بدنداں رہ جانے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑا غیر مسلم دانشور مفکر اور سیاستدان جب بھی اس زعم میں مبتلا ہوا کہ وہ کسی بھی میدان میں حاملین اسلام کو شکست دے سکتا ہے۔ طبع آزمائی کے بعد خفت سے دوچار ہوا اور اس اعتراف پر مجبور بھی ہوا کہ وہ ابھی اس راستے کی ابتدائی منزلوں سے ناواقف اور ناآشنا ہے۔ کیوں نہ ہو، اہالیان اسلام **"لا الٰہ الا اللہ"** کی اس تلوار سے مسلح ہیں کہ جس کی کاٹ اپنی مثال آپ ہے اور ان کے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ فراست و بصیرت موجود ہے کہ وار خالی جانے کے کوئی معنی ہی نہیں۔ توحید و رسالت اور کتاب و سنت ایسے ہی ہوتی ہیں کہ روئے زمین کے خزانے ڈگمگاہٹ کا کوئی احساس ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے ہی ہتھیار ہیں کہ باطل قوتیں ان کے سامنے ٹھہر ہی نہیں سکتیں اور ایسی ہی زبردست قوت ہیں کہ نتیجہ اس کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

"لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون" (سورۃ التوبہ)

اور آج پھر باطل قوتیں اسلام کے خلاف صف آراء ہیں۔ الحادی اور لادینی فتنے پھر سے اس کوشش میں مصروف ہو چکے ہیں کہ کسی طرح اسلام کو نیچا دکھایا جا سکے۔ بلاشبہ ان کے پاس وہ بازو موجود نہیں جو اس میدان میں کامیابی کی ضمانت فراہم کر سکیں۔ لیکن اب انہوں نے مکاری کو ایک خطرناک اور مہلک ہتھیار کے طور پر آزمانا شروع کیا ہے۔ جنگ وہی ہے لیکن انداز بدل گیا ہے۔ لفظی بحثیں، قانونی موشگافیاں، فقہی ہیر پھیر، تفسیری مغالطے اور تاویل و تحریف انہی دشمنان دین کے اسلحہ خانے کے وہ تیر و سناں ہیں جو اسلام ہی کی کمین گاہوں میں بیٹھ کر اسلام کے قلعہ پر برسائے جا رہے ہیں۔

گویا!

اس فصیل کو نقب اسی کی پناہ گاہ حاصل کر کے لگائی جا رہی ہے۔ لہٰذا شدید خطرہ ہے کہ اگر ان اسلام دشمنوں کو اسلام ہی کے حصار میں رہ کر کھیل کھیلنے کا موقع اسی طرح حاصل رہا اور ان کی سازشوں کو بے نقاب نہ کیا گیا تو اس حصار کو اگر یہ توڑ نہ سکے تو کم از کم اس حد تک کمزور ضرور کر دیں گے کہ اس کی پناہ میں رہنے کے باوجود عامۃ المسلمین کی سلامتی

ایمان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مغرب گذشتہ کئی صدیوں سے بھرپور تیاری کر کے علمی و فکری، سیاسی و معاشی، تمدنی و معاشرتی غرض ہر محاذ پر تیاری کر کے اسلام پر حملہ آور ہو چکا ہے اور اس نے ساری دنیا میں اسلام کے خلاف سیاسی وعسکری ہی نہیں فکری و نظریاتی اور تمدنی جنگ چھیڑ دی ہے۔ اس نے اسلام کے خلاف علمی طور پر تحقیقات و دلائل کے کوہ ہمالیہ کھڑے کر دیئے ہیں۔ اسلام کے نظام فکر ہی نہیں بلکہ معاشرت و تمدن کے تمام شعبوں کو چیلنج کر رکھا ہے۔ جدید سائنس اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پوری انسانیت کے دل و دماغ میں اسلام اور اسلام کے عطا کردہ عقائد و افکار اور نظام حیات کے خلاف نفرت و تکدر بھر دیا ہے۔ وہ کبھی عورتوں کے حقوق کے حوالے سے کبھی انسانی حقوق کے حوالے سے کبھی جہاد اور نظام خلافت کے حوالے سے اسلام پر یلغار و حملہ کرتا جا رہا ہے۔ تاکہ اسلام کا نام لینا دہشت گردی، انسانیت دشمنی اور جرم و گناہ کے مترادف بنا دیا جائے۔ مغرب کی یہ ساری جدو جہد اور تگ و دو اس لئے ہے کہ وہ اسلام کے نظریہ و فکر کی طاقت سے خوفزدہ ہے۔ وہ خوب سمجھتا ہے کہ اسلام ایک فطرت اور انسانی طبائع کے عین موافق نظام حیات ہے۔ جو اپنے اندر زبردست طاقت اور کشش رکھتا ہے اور اس نظریہ کو کاٹنے والی کوئی تلوار اب تک وجود میں نہ آ سکی اسے خوف ہے کہ اگر اسلام اپنی صحیح حیثیت میں دنیا کے سامنے آ گیا تو انسانی ضمیر و طباع اسے ماننے پر خود کو مجبور پائیں گے اور کیمونزم کی طرح مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی غیر فطری عمارت ریت کی دیوار کی طرح زمین بوس ہو جائے گی۔ اس حقیقی اندیشہ کے پیش نظر مغربی ذرائع ابلاغ دن رات اسلام دشمنی کے ایک قطبی محاذ پر سرگرم عمل ہیں اور یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ اپنی جدو جہد میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہے۔ اس نے نہ صرف اقوام عالم کے ذہن و فکر پر بلکہ خود مسلمانوں کے فعال و سرکردہ طبقات جو کسی معاشرے کی کریم سمجھے جا سکتے ہیں اور جو بہت کچھ کرنے کی پوزیشن رکھتے ہیں۔ یعنی ان کے حکمران، افواج، دانشور، اسکالر اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے دل و دماغ پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے اور ان کو سیکولرزم، ڈیماکریسی، اوپن مارکیٹ اور اکانومی مغربی تہذیب و تمدن قائم کرنے کی ڈیوٹی و اہداف دے کر نہایت عیاری سے علماء اکرام اور مذہبی طبقہ کے ساتھ محاذ آراء کر دیا ہے۔

اب عالم اسلام میں صورت حال یہ ہے کہ مسلمان حکمران، افواج، سیاستدان، ان کے دانشور، اسکالر اور تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کو زک پہنچانے اور اسے اجتماعی شعبوں سے بے دخل کرنے اور سیکولر کے وسیع مفہوم کے مطابق مذہب کو مسجد تک محدود کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ ہر مسلم ملک و معاشرے کے یہ موثر و فعال اور ذی اقتدار طبقات اسلام کے عملی نفاذ کو اپنے ملک و قوم کی بدبختی و تباہی ہی سمجھنے لگے ہیں۔ یہ لوگ خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور مسلم معاشرہ اور نظام حیات کے اجتماعی شعبوں سے اسلام کے اثرات کو کھرچ پھینکنے اور مذہبی جماعتوں کے کچلنے میں اپنی اور اپنے ملک و معاشرہ کی بقا و ترقی بھی سمجھتے ہیں۔ ان کے ذہن پر مغربی افکار و نظریات اس طرح حاوی ہو چکے ہیں اور ان کے رگ و ریشہ میں مغربی تہذیب و معاشرت اس طرح رچ بس گئی ہے کہ اسلام کو اس دور میں ناقابل عمل اور خلاف عقل نظام سمجھنے لگے ہیں۔ وہ اقرار کرتے ہیں کہ اسلام ایک اچھا مذہب ہے اور اس نے کسی زمانہ میں اچھا رول ادا کیا۔ بہت سی معاشرتی برائیوں اور خرابیوں کو ختم کیا۔ مگر اب اسلام کا رول ختم ہو چکا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں اسلام ناقابل عمل ہے۔ آج اسلام میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنا انسانی معاشرہ اور ترقی و تمدن کو یوٹرن کرنا اور پیچھے پہنچانا ہے۔

اسلام کے متعلق ہمارے ذی اقتدار طبقات اور نئی نسل کے اس منفی ذہن بننے کی بڑی وجہ مذہبی طبقہ کا اجتماعی مسائل سے بے تعلق ہو جانا اور عصری ضرورتوں اور مسائل کا صحیح ادارک اور ان کا حل پیش کرنے سے قاصر رہنا ہے اور اسلام کو ایک زندہ و جاوید نظریہ حیات کی بجائے محض عقائد و عبادات اور رسوم کے مجموعہ کے طور پر پیش کرنا ہے۔ ہماری مذہبی درسگاہوں میں صدیوں سے انسانی زندگی کے اجتماعی شعبوں اقتصادیات سیاست وغیرہ وغیرہ پر ریسرچ و تحقیق، بحث و تمحیص اور علمی و فکری کام کا بند ہو جانا ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت پیش کرتی ہے کہ اس کائنات میں ہمیشہ صرف وہی اقوام اپنی حیثیت منوا سکتی ہیں اور فکری و نظریاتی طور پر اقوام عالم کے اذہان پر اثر انداز ہو سکی ہیں۔ جن کی نظر اس تغیر پذیر دنیا اور بدلتے ہوئے حالات اور زمانہ کے تقاضوں پر اور جن کا ہاتھ زمانہ کی نبض پر ہو، جو انسانی اذہان کو مثبت و محکم فکر دے سکیں نہ کہ گذشتہ صدیوں کی معلومات اور اسلاف کی ذہنی و فکری کاوشوں کے نتائج فکر کی نقل ہی کو علم و فکر کی معراج سمجھ لیں اور اپنی کوتاہی ہمت سے مغرب سے پیش کردہ نظاموں میں جزوی طور پر اسلام کا پیوند لگا کر اپنے فرض سے بری الذمہ ہونے کا سہل راستہ نکالنا چاہیں۔ ایسوں کیلئے اس کارگاہ عالم میں زمانہ کی امامت و قیادت کی کوئی جگہ نہیں۔

(جاری ہے)